جنگِ شام

میں ملک شام جا چکا ہوں، میں شام میں رہ چکا ہوں اور میں شام کی خاطر جنگ لڑ چکا ہوں۔ میرا خیال ہے کہ میں شام کے بارے میں کچھ کہنے کی جسارت کر سکتا ہوں۔ سرزمین شام کو وہاں کے باسی ''سوریہ یا حبیبتی'' کے الفاظ سے یاد کرتے تھے۔ وہاں کی موجودہ حالت اور لوگوں کا حال زار دیکھ کر دل خون کے آنسو روتا ہے۔ میں عرب ممالک میں رہا ہوں اور میرا رابطہ ہر نسل کے اور قومیت کے عربوں سے رہا ہے۔ میں بغیر سوچے یہ کہہ سکتا ہوں کہ شام کے لوگ تمام عربوں کے مقابلے میں نفیس ترین لوگ ہیں۔ شام کے رہنے والے مہذب، فراخ دل، مہمان نواز اور بہادر لوگ ہیں۔ یہ وہی شام ہے جس کے شمال میں کوہ قاف واقع ہے اور جہاں کی پریاں ضرب المثل ہیں جہاں سلطنت روم اور اسلامی تاریخ کا ایک بڑا ذخیرہ موجود ہے اور یہ کہ دمشق تاریخ میں سب سے پرانے اور دنیا کے پہلے شہر کے نام سے پہچانا جاتا ہے۔

تحقیق کرنے پر میرا یہ اندازہ درست نکلا کہ تمام پیغمبر جن پر مسلمان یقین رکھتے ہیں۔ان سب کا ظہور عرب ممالک میں ہوا۔ بے شک یہ اللہ تعالٰی کی مرضی اور حکمت تھی لیکن اب ہم بھی اپنے تجربے اور مشاہدے سے یہ بات کہہ سکتے ہیں کہ عربوں کو واقعی ہر زمانے میں اعلیٰ ترین ہدایت کی ضرورت رہی ہے اور شاید اسی لیے خدا تعالٰی نے ان پر کرم کیا ہے۔ اللہ بہتر جانتا ہے کہ اتنے پیغمبروں سے عربوں نے کس قدر فائدہ اٹھایا مگر یہ ظاہر ہے کہ عربوں میں ناقابل اصلاح ہونے کی خاصیت بھی بہت حد تک موجود ہے لیکن اس وقت جو شام میں ہو رہا ہے اس کے لیے صرف عرب ہی ذمہ دار نہیں ٹھہرائے جا سکتے۔ اس جنگ کو شروع ہوئے تقریباً ساڑھے چار سال ہو چکے ہیں اور اب یہ جنگ شام کی حدود اور علاقے سے بہت دور تک پھیل چکی ہے۔ رسوخ اور فرقہ واریت کی اس جنگ نے لاکھوں افراد کو بے گھر کر دیا اور ہزاروں مارے جا چکے ہیں اور مارے جا رہے ہیں۔ قدم قدم پر انسانیت سوز حرکتیں ہو رہی ہیں۔ طاقت کا توازن، دوستیاں اور آپس میں گٹھ جوڑ مسلسل بدلے جا رہے ہیں۔ مختصر یہ کہ کوئی یقین سے نہیں کہہ سکتا کہ کون کس سے جنگ کر رہا ہے، کون کس کا ساتھی ہے، جنگ کی وجہ کیا ہے اور کون اصل میں کیا چاہتا ہے۔ ''میرے دشمن کا دشمن میرا دوست ہے'' والی پرانی کہاوت بھی اس جنگ میں غلط ثابت ہو چکی ہے۔

اس جنگ میں چار بڑے گروپ ہیں۔ نمبر ایک وہ جو بشار الاسد کے حامی ہیں۔ نمبر دو وہ جو بشار الاسد کے خلاف ہیں اور اس کو نکالنا چاہتے ہیں۔ نمبر تین وہ کرد ہیں جو اپنے علاقے میں اپنی حکومت چاہتے ہیں اور نمبر چار وہ بیرونی طاقتیں ہیں جن کو اس علاقے میں اپنا اثر ورسوخ چاہیے۔ اسد کے حامیوں میں علاوی قبیلہ، شامی فوج کے تمام ارکان، حزب اللہ، القدس اور بسیج ملیشیا ہے۔

اس کے خلاف باغیوں میں سنی اسلام، سیکولر تنظیمیں، کرد اور دیگر ہر قسم کی ملیشیا ہے۔ان کی امداد باہر سے ہو رہی ہے۔ مگر ان دونوں گروپوں کے علاوہ دو خطرناک تنظیمیں جو اس جنگ میں شامل ہیں وہ القاعدہ اور داعش ہیں۔ان سب مختلف گروپوں کے مفادات اور نظریات بھی مختلف ہیں اور اس وجہ سے شام میں اس وقت تین قسم کی جنگ ہو رہی ہے۔اندرونی خانہ جنگی، فرقہ واریت کی جنگ اور پراکسی وار۔اندرونی خانہ جنگی میں بشارالاسد کو روس، ایران اور حزب اللہ کی حمایت حاصل ہے اور شامی باغیوں کو ترکی، خلیجی ممالک اور امریکی اتحاد کی مدد حاصل ہے۔ فرقہ واریت کی جنگ میں شیعہ گروپ کو علاوی قبیلہ، ایران اور حزب اللہ کی حمایت حاصل ہے اور سنی گروپ کو خلیجی ممالک، شامی باغیوں اور داعش کی مدد حاصل ہے۔ پراکسی جنگ (Proxy war) میں امریکی اتحاد اور خلیجی ممالک کے خلاف روس، ایران اور حزب اللہ برسرپیکار ہیں۔

اس جنگ میں شریک تقریباً سب گروپوں کا ایک آن کہا اتفاق ہے کہ داعش ایک سنگین خطرہ ہے اور اس کو ختم کرنا اشد ضروری ہے۔ مگر اس کے لیے نہ تو کوئی اتحاد ہے اور نہ ہی کوئی اس کے بارے میں بات کرتا ہے۔اس کی بنیادی وجہ بشارالاسد کی حکومت ہے۔امریکہ اور سعودی عرب بشارالاسد کی حکومت کو گرانا چاہتے ہیں جبکہ روس اور ایران اس کو قائم رکھنا چاہتے ہیں۔ نتیجتاً اس وقت صرف امریکی فوجیں داعش پر حملے کر رہی ہیں۔روس نے بھی داعش پر حملوں کا دعویٰ کیا ہے لیکن زمینی حقائق کے مطابق ان کے زیادہ تر حملے شاہی باغیوں کے خلاف ہوئے ہیں۔

جس شدت سے اقوام متحدہ امن مذاکرات کی کوششوں میں مصروف ہے تقریباً اسی شرح سے جنگ بھی پھیلتی جا رہی ہے۔ حقیقت کچھ یوں ہے کہ اس وقت نہ کوئی طاقتور غیر ملکی مداخلت اور نہ ہی کوئی سیاسی مذاکرات اس جنگ کو اختتام پذیر کر سکتے ہیں بلکہ ایک شدید خطرہ یہ ہے کہ ایک نہایت ہی خطرناک قسم کی پراکسی جنگ چھڑ سکتی ہے جس میں امریکہ اور سعودی عرب ایک طرف اور روس اور ایران ان کے مقابل کھڑے ہوں گے۔اس وقت داعش کے خلاف امریکہ کے 65 اتحادی ممالک ہیں جن میں سے 9 ملک کی ہوائی افواج شام پر حملے کر رہی ہیں۔

حال ہی میں ترکی نے روس کا ایک جنگی جہاز مار گرایا جس سے حالات مزید گھمبیر ہو گئے ہیں اور اقوام متحدہ کی امن کوششوں کے لیے یہ ایک کاری دار ثابت ہو گا۔روسی جہاز کے مارے جانے کا ایک فوری نتیجہ یہ ہوا ہے کہ روس نے اپنے دفاعی میزائل اور ان سے منسلک آلات شام میں نصب کر دیئے ہیں جس کا مطلب ہے کہ شام کی فضا میں پرواز کرنے والا کوئی بھی جہاز ان کی زد میں ہو گا۔دوسرے الفاظ میں یا تو کشیدگی مزید بڑھے گی یا پھر جنگ کے پھیلنے کا خطرہ خطرناک شکل اختیار کر لے گا جس میں امریکہ اور روس براہ راست الجھ سکتے ہیں۔

داعش کا پیرس میں حملہ اور روسی مسافر بردار طیارے کی تباہی کے دو سبب بالکل ظاہر ہیں؛ اولاً تو داعش کی قوت اور صلاحیت میں اضافہ ہو رہا ہے اور دوئم یہ کہ دنیا کے طاقتور ممالک اپنے اپنے ایجنڈے کے مطابق کام کر رہے ہیں اور آپس میں مکمل نااتفاقی ہے۔ اس وقت داعش کے قبضے میں کچھ حیران کن ہتھیار موجود ہیں جن کو وہ کافی کامیابی سے استعمال کر رہے ہیں۔ ان ہتھیاروں میں کچھ قابل ذکر نام یوں ہیں۔ Mig-23, Mig-21 طیارے، بلیک ہاک ہیلی کاپٹر T-62, T-55 اور T-72 ٹینک SA-6, APC میزائل، سٹنگر میزائل، راکٹ لانچر، طیارہ شکن توپیں، ہیوی گاڑیاں اور بے تحاشا متفرق ہتھیار۔ سننے میں آیا ہے کہ امریکی ساخت کے ہتھیار جان بوجھ کر عراق میں چھوڑے گئے تھے تا کہ داعش ان کو ایران اور حزب اللہ کے خلاف استعمال کر سکے۔ عموماً ان حالات میں علاقہ خالی کرنے والی فوجیں اپنے تمام ہتھیار تباہ کر دیتی ہیں تا کہ دشمن ان کو استعمال نہ کر سکے۔

شام میں امن کی امید بہت دور اور معدوم دکھائی دیتی ہے۔ کوئی بیرونی طاقت بھی اس قابل نہیں کہ وہ تنہا دخل اندازی کر کے اس معاملے کو سلجھا سکے بلکہ امریکہ اور روس کے مخالف انداز ظاہر کرتے ہیں کہ حالات شاید مزید بگڑ جائیں۔ امن کی کوششیں پر بڑی طاقتوں اور خلیجی ممالک کا مستقبل لگا ہوا ہے۔ اس وقت فضول دکھائی دے رہی ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ داؤ